نحوستِ ایام

حضرت مولانا سید تقویم الحق صاحب کاکاخیل۔ ایم۔ اے (فاضل دیوبند)

ادارہ الحق حضرت مولانا موصوف کا شکر گزار ہے جنہوں نے کثیر مشاغل کے باوجود یہ بیش قیمت اور اچھوتا مضمون عنایت فرمایا اور آئندہ بھی قارئین کو اپنے عالمانہ نگارشات سے مستفید فرمانے کی توقع رکھتا ہے۔ (ادارہ)

نحوست کا تصور ایک سرسری وہم نہیں، ایک گہرا نفسیاتی مسئلہ ہے۔ اور اس کی سرحدیں ذرا دور جاکر بنیادی عقائد سے مل جاتی ہیں۔ نحس کے عام معنوں میں "منحوس" وہ ہے جس کے برے اثر سے دوسرے مبتلائے مصیبت ہوتے ہوں۔ منحوس آدمی وہ ہے جس کی صورت دیکھ کر دن بھر ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ منحوس گھر وہ ہے جو اپنے ہر مالک کے لئے کوئی نہ کوئی آسمانی عذاب لائے۔ منحوس دن وہ ہے جس میں تمام تدبیریں الٹی پڑ جائیں اور منحوس ستارہ وہ ہے جس کے زیر اثر مخلوق کبھی چین نہ پا سکے ــــــــ

نحوست کا یہ تصور ایک فکری بے بسی کا مظہر ہے۔ انسان شروع سے ہی یہ محسوس کرتا رہا ہے کہ اس دنیا پر اس کی حکومت مکمل نہیں۔ یا پھر اس دنیا کے متعلق اس کے علم میں کوئی نقص ضرور ہے اپنے تجربے، مشاہدے اور فکر سے اس نے سبب و مسبب کا جو سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ کبھی کبھی کسی جگہ سے بلاوجہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے وابستہ امیدیں بکھر جاتی ہیں۔ وہ ایک حسین صبح کو دن بھر کا ایک دل آویز تفریحی پروگرام بنا کر گھر سے نکلتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ کم از کم فارغ البالی کا یہ ایک خوشگوار دن ہم فکر اور ہم سخن دوستوں کی صحبت میں لطف سے کٹ جائے گا۔ اور کچھ دیر

کے لئے غم دوراں کی کلفتوں سے نجات مل سکے گی۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ جس دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ بند ملتا ہے۔ جس جگہ جاتا ہے محروم لوٹتا ہے۔ اور جس دوست سے ملتا ہے وہ غم واندوہ کی ایک طویل داستان سنانے لگ جاتا ہے۔ واپس آتا ہے تو یہ دن اس کی زندگی کا بدترین دن ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ تھکا تھکا اداس اداس بستر پہ پڑ کر وہ سوچتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوا ؟

وہ دس پندرہ سال تک پائی پائی جمع کر کے ہزاروں امیدوں سے ایک گھر خریدتا ہے۔ اور سوچتا ہے آخر مجھے ایک ٹھکانہ مل ہی گیا۔ اب میرے بچے در در نہیں پھریں گے اور کرایہ خواہوں کے احسان نہیں اٹھائیں گے۔ مگر اس گھر میں پہنچتے ہی اس کے بچے یکے بعد دیگرے بیمار ہونے لگ جاتے ہیں۔ جن کے لئے گھر خریدا تھا وہ ایک ایک کر کے اس گھر سے اٹھ جاتے ہیں۔ یہ تن تنہا در و دیوار کو رونے بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر سوچتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوا۔ ؟

اس کے کھیت لہلہانے لگ جاتے ہیں۔ خوشے گیہوں سے بھر جاتے ہیں۔ اور ابر رحمت کے آخری قطروں کا انتظار ہوتا ہے۔ بادل اٹھتے نظر آتے ہیں تو وہ خوشی سے جھومنے لگتا ہے۔ اس کی نظروں میں بھرے خرمن ہوتے ہیں۔ اور سال بھر کی فارغ البالی۔ مگر اچانک بادل کے قطرے سمٹ سمٹ کر عذاب الٰہی کے گولے بن جاتے ہیں اور اس کی نظروں کے سامنے وہ لہلہاتے کھیت خس و خاشاک کے ڈھیر میں بدل جاتے ہیں۔ اس کی اشکبار آنکھیں پوچھنے لگ جاتی ہیں۔ آخر ایسا کیوں ۔۔۔۔۔ ؟

یہ غیر معمولی مگر روزانہ کے حوادث اسے یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ عام ظاہری عوامل کے علاوہ اس دنیا کے نظام کار میں کچھ غیبی عوامل بھی شریک ہیں۔ اور وہ جہاں چاہتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں سبب و مسبب کے سلسلے میں سے ایک کڑی نکال دیتے ہیں ۔۔۔۔۔ اور "یوں ہوا ہے تو یوں ہوگا" کی زنجیر ٹوٹ جاتی ہے ۔۔۔۔۔

مذہب نے اسے ہمیشہ یہ بتایا کہ اس دنیا کا ایک مالک ہے۔ یہ زمین و آسمان یہ چاند سورج۔ یہ عوامل طبیعی اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور اس نظام کا چلانے والا وہ ہے۔ ہم اس کے ہاتھ میں شطرنج کے مہرے ہیں۔ اور یہ ہمارے سبب و مسبب کے سب سلسلے فکر کی نارسائی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے اپنی تدبیروں کے نتائج اس کی مرضی پر چھوڑنے چاہئیں۔ اور اس کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ سکون و سلامتی کا راستہ یہی ہے۔

مگر انسان کی انانیت نے اس تعلیم کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے

کہ وہ اپنے آپ کو کمتر سمجھے۔ بے بس سمجھے اور اپنی ہستی ایک بالاتر قوت کے سپرد کر دے۔ اس نے زبان سے تو یہ بات مان لی۔ مگر مذہبی حدود میں رہ کر یا مذہبی حدود سے باہر نکل کر اس غیبی قوت کی گرفت سے آزاد ہونے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔

اور پھر اس نے اپنے ناقص مشاہدے اور مختصر تجربے سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ بعض آدمیوں بعض گھروں، بعض دنوں، بعض ستاروں میں یہ خاصیت ہوتی ہے۔ کہ جن کو بھی ان سے کوئی تعلق پیدا ہو جائے اسے مبتلائے مصیبت کریں۔ اگر ان منحوسوں سے بچنے کی کوئی صورت ہو سکے تو غیبی عوامل کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ اور مستقبل امیدوں سے ہم آہنگ رہے گا۔ یہ بات آدمیوں، دنوں، گھروں اور ستاروں تک محدود نہیں رہی، بلکہ ہر صدی اس فہرست میں کوئی نہ کوئی اضافہ کرتی رہی۔ اور ہر قوم نے اس میں کچھ نہ کچھ بڑھایا۔ حتیٰ کہ اس فہرست میں اب تیرہ کے ہندسے سے لیکر مریخ کے ستارے تک اور کالی بلّی سے لیکر سبز آنکھوں تک ہر قسم کے بے جان و جاندار ہر قسم کے امراض و جواہر مل سکتے ہیں۔ بلکہ اگر تمام اقوام عالم سے اس قسم کی ایک فہرست جمع کی جائے۔ تو شاید ہی کوئی چیز "منحوس" کے دائرے سے باہر نظر آئے ......

بہرحال اگر صورتِ حال کی یہ تحلیل صحیح ہے۔ تو پھر اس تصوّر اور توحید حقیقی میں ہم آہنگی مشکل ہے۔ اسلام نے خداوند قدّوس کے علاوہ کسی ہستی کو عاملِ حقیقی نہیں مانا۔ اور نہ کسی اور چیز کو کارخانۂ ہستی میں غیبی مؤثر کی حیثیت دی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں بدفالی کی ممانعت آئی ہے:

عن ابی ھریرۃ؄ لاعدویٰ ولاطیرۃ ولاھامۃ واحب الفال الصالح (صحیح مسلم؁)	ابوہریرہ؄ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نہ چھوت چھات ہے نہ بدفالی۔ اور میں فالِ نیک پسند کرتا ہوں۔
وعن جابر؄ لاعدویٰ ولاطیرۃ ولاغول۔ (صحیح مسلم؁)	جابر؄ سے روایت ہے۔ کہ چھوت چھات ہے۔ نہ بدفالی۔ نہ غولِ بیابانی۔

امام نووی؄ نے شرح صحیح مسلم؁ میں اسی حدیث کے ضمن میں لکھا ہے۔

وفی حدیث الطیرۃ شرک	اور ایک حدیث میں آیا ہے بدفالی شرک ہے۔

ابتدائے اسلام میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کسی چیز

کو اس معنی میں منحوس سمجھا ہو۔ بعد میں جب عجمی مذاق کی آمیزش نے "ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن" کے مفہوم میں الجھنیں پیدا کیں۔ اور اعمال و اذہان پر عقائد کی گرفت کمزور پڑ گئی تو تصور نحوست کو پھر ابھرنے کا موقع ملا۔ اور اس دفعہ تمام عجمی فلسفوں کی طرح بعض ترمیمات کے ساتھ جواز کی حدود میں اور جواز کا فتویٰ لے کر ابھرا۔ اس کے قائلین کا سب سے بڑا سہارا قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں۔ جن میں قوم عاد کا تذکرہ ہے:

اما عاد فاستکبروا فی الارض وقالوا من اشد منا قوۃ۔ اولم یروا ان اللہ الذی خلقہم ھو اشد منہم قوۃ۔ وکانوا بایاتنا یجحدون فارسلنا علیہم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الآخرۃ اخزی۔ وھم لاینصرون۔ (حم السجدۃ)

جو عاد تھے وہ ملک میں ناحق غرور کرنے لگے۔ اور کہنے لگے ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا جس نے انکو پیدا کیا ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی۔ تاکہ ان کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے۔ اور (اس روز) انکو مدد بھی نہ ملے گی۔

کذبت عاد فکیف کان عذابی ونذر انا ارسلنا علیہم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر تنزع الناس کانہم اعجاز نخل منقعر فکیف کان عذابی ونذر۔ (القمر)

عاد نے بھی تکذیب کی تھی۔ سو (دیکھ لو) کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی۔ وہ لوگوں کو (اس طرح) اکھیڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑے ہوئے کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو (دیکھ لو) کہ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ (ترجمہ از فتح الحمید)

اکثر مفسرینؒ نے ایام نحسات یا یوم نحس مستمر کو زیادہ بحث طلب نہیں سمجھا۔ ابن جریرؒ نے لکھا ہے۔

یوم نحس مستمر ای یوم شرّ وشوم لھم۔

یوم نحس یعنی ان کے لئے مصیبت اور نحوست کا دن۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

یوم نحس مستمر اسمہ ابتداءُ

یوم نحس مستمر یعنی ان کا عذاب اس دن شروع

وبهذا العذاب في يوم نحس عليهم — ہوا جو ان کے لئے منحوس دن تھا۔ اور پھر
واستمر بهم هذا النحس سبع ليالي — یہ عذاب سات رات اور آٹھ دن رہا۔ یہاں
وثمانية ايام حسوماً حتى اباد هم — تک کہ انکو بالکل تباہ کر دیا۔
عن آخرهم۔

دیکھئے یہ دونوں بزرگ لفظ نحس کے ساتھ علیہم کا ضرور تذکرہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ دن ان کے لئے منحوس تھا۔ یہ نحوست نہ دائمی تھی، نہ متعدی۔

بعض مفسرین نے مزید تفصیل سے کام لیا ہے۔ ابو سعودؒ نے ایام نحسات کے متعلق لکھا ہے

كن آخر شوال من الاربعاء الى — یہ آخر شوال کے دن تھے۔ بدھ سے بدھ
الاربعاء۔ وما عذب قوم الا يوم — تک۔ اور کوئی قوم بھی بدھ کے سوا کسی اور
الاربعاء۔ — دن مبتلائے عذاب نہیں ہوئی۔

سلیمان الجمل کے الفتوحات الالٰہیہ میں مزید تفصیل ہے :

وفي القرطبي ايام نحسات اي — اور القرطبی نے لکھا ہے۔ ایام نحسات یعنی
مشئومات۔ قاله مجاهد وقتادة۔ — برے دن۔ اور یہی مجاہد وقتادہ نے کہا ہے
كانت آخر شوال من يوم الاربعاء — یہ شوال کے آخری دن تھے بدھ سے بدھ
الى يوم الاربعاء۔ وذالك سبع ليال — تک۔ سات راتیں اور آٹھ دن سخت سرد
وثمانية ايام حسوما۔ قال ابن عباسؓ — ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کوئی قوم بھی بدھ کے
وما عذب قوم الا يوم الاربعاء۔ — سوا کسی اور دن مبتلائے عذاب نہیں ہوئی۔

یہاں تک بظاہر کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ تفاسیر میں حالات و واقعات کی تفصیل و تعین میں علم طور پر اسرائیلیات اور ضعیف احادیث سے مدد لی جاتی ہے۔ اور یہاں بھی صرف دن اور تاریخ متعین کرنے کی کوشش ہے۔ اگرچہ یہ شوال وہی شوال ہے جس کی نحوست کی بات حضرت عائشہؓ تک پہنچی تھی اور ان کو تردید کرنی پڑی تھی۔ اور "ما عذب قوم الا يوم الاربعاء" سے بدھ کے متعلق کوئی اچھی رائے قائم نہیں ہوتی۔ پھر بھی اس سے اتنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دن کافروں کے حق میں اچھا نہیں رہا۔ اور بات "مشئوم علیہم" سے آگے نہیں بڑھتی۔

علامہ آلوسیؒ نے ابن عباسؓ کی غالباً اسی روایت کو ایک اور طریقے سے نقل کیا ہے۔

اخرج الوكيعؒ في الغرر وابن مردويه — وکیعؒ نے غرر میں اور ابن مردویہ

والخطیب البغدادیؒ عن ابن عباسؓ	اور خطیب بغدادیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت
آخر الاربعاء فی الشہر یوم نحس مستمر	کی ہے کہ مہینے کا آخری بدھ مسلسل نحوست کا دن ہے۔

دیکھئے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ روایت ضعیف ہی نہیں بے بنیاد ہے۔

الحدیث المذکور فی سندہ مسلمۃ بن	اس حدیث کی سند میں مسلمۃ بن الصلت ہے۔
الصلت وقال ابوحاتمؒ ھو متروک و	جسکو ابوحاتمؒ نے متروک لکھا ہے۔ ابن جوزیؒ
جزم ابن الجوزیؒ بوضعہ وقال	کو اس حدیث کے موضوع ہونے کا یقین ہے۔
السخاویؒ طرقہ کلھا واھیۃ۔	اور سخاویؒ نے لکھا ہے اسکے سارے طریقے کمزور ہیں۔

مگر اس ضعیف اور بے بنیاد حدیث نے ضعیف الاعتقاد لوگوں کے دل میں جگہ کر لی۔ اور صرف مہینے کا آخری بدھ نہیں بدھ کا دن ہی منحوس ہو گیا۔ اور کہنے لگے۔ "اربعاء لا تدور" بدھ جو لوٹ کر نہیں آتا" ایک شاعر نے کہا ہے:

لقاؤك للمبكر فال سوء	منہ اندھیرے تمہارا منہ دیکھنا بدفالی ہے اور
ووجهك اربعاء لا تدور	تمہارا چہرہ بدھ ہے جو پھر کے نہیں لوٹتا۔

اور بدھ کے دن مریض کی عیادت تک متروک ہو گئی۔

لم یُعَدْ فی الاربعاء مریض	کسی مریض کی عیادت بدھ کے دن نہیں ہوتی
الا دفناہ فی خمیس	جسے ہم نے جمعرات کو دفن نہ کیا ہو۔

دنوں اور مہینوں کی یہ نحوست پورے وقت پر چھاتی چلی گئی۔ اور آخر معاملہ ستاروں اور ستارہ شناسیوں تک پہنچ گیا۔ صائب نے لکھا ہے ؎

ز خالِ گوشۂ دیدارِ یار می ترسم — ازیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم

لطف کی بات یہ کہ صاحبِ صراحؒ نے اپنی لغت کی کتاب میں نحس کے معنی "بداختر و بداختر شدن" لکھے ہیں۔ اور محسوس تک نہیں کیا کہ اخترِ بد کوئی چیز ہی نہیں۔

آپ نے غور فرمایا ہوگا۔ کہ عہدِ اول کی تفاسیر میں نحس کا ترجمہ "مشئومات علیہم" سے زیادہ نہیں ملتا۔ ابن عباسؓ کی روایت جس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے۔ موضوع ہے۔ اور اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ اس لئے قابلِ اعتماد نہیں۔ نحس کے معنی اگر برے دن ہیں بھی۔ تو صرف کفار کے لئے اور وقتی طور پر۔ مگر ایک بات اور بھی سوچنے کی ہے۔ کیا قرآنِ مجید میں اس جگہ " ایام نحسات کے معنی برے دن ہیں بھی ——— ؟

حضرت شیخ الہندؒ نے ایام نحسات کے معنی "مصیبت کے دن" لکھے ہیں. گویا ان کے خیال میں بھی یہاں منحوس کے معنی مشئوم نہیں. صاحب قاموس نے لکھا ہے۔

النحس الامر المظلم والریح الباردۃ اذا ادبرت والغبار فی اقطار السماء وعام نحس ونحیس مجدب۔	نحس اندھیری چیز۔ ٹھنڈی ہوائیں۔ آسمان کے کناروں پر چھایا ہوا غبار اور نحس سال قحط کا سال۔

المنجد نے بھی یہی لکھا ہے :

والنحس ایضاً الجھد والضر والامر المظلم والریح الباردۃ اذا ادبرت والغبار فی اقطار السماء۔ النحس ثلاث لیالی فی آخر شھر قمری۔	اور نحس کے معنی اور بھی ہیں۔ جہد وجہد۔ اندھیری چیز ٹھنڈی ہوائیں آسمان کے کناروں کا غبار۔ اور قمری مہینے کی آخری تین راتیں۔

علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں لکھا ہے :

وقیل نحسات ذات غبار والیہ ذھب الجبائی ومنہ قول الراجز۔ قد اغتدی قبل طلوع الشمس للصید فی یوم قلیل النحس	اور کہا گیا ہے۔ نحسات یعنی گرد آلود۔ اور یہی جبائیؒ نے مراد لیا ہے، اور اسی سے راجز کا قول ہے۔ سویرے اٹھا ہے سورج نکلنے سے پہلے شکار کے لئے ایسے دن جسمیں غبار نہیں تھا۔

معلوم ہوتا ہے نحس کے یہی معنی مشہور ہی نہیں۔ اور معانی بھی ہیں۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اس مادے کے اصلی معنی ظلمت اور اندھیرے کے ہوں۔ مہینے کی آخری راتیں سیاہ ہوتی ہیں۔ گرد وغبار میں اندھیرا ہوتا ہے۔ سرد راتوں میں بھی کم ازکم کہر کی تیرگی تو ہوتی ہی ہے اور مصیبت کے دن بھی روشن نہیں ہوتے۔ گویا اس لفظ کا پورا مادہ غبار آلود ہے۔ اور لفظ کا یہی پہلو قابل توجہ ہے۔

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں :

استدل الاحکامیون من المنجمین بھذہ الآیۃ علی ان لبعض الایام قد یکون نحسا وبعضھا قد یکون سعدا وقالوا ھذہ الآیۃ صریحۃ	نجومیوں میں سے احکامیوں نے اس آیت سے استدلال کی ہے۔ کہ کچھ دن کبھی کبھی منحوس ہوتے ہیں۔ اور کچھ کبھی مبارک اور کہا ہے۔ یہ آیت اس سلسلے میں صاف

فی ھذا المعنی واجاب المتکلمون بان قالوا ایام نحسات ای ذوات غبار وتراب۔

اور واضح ہے۔ اور متکلمین جواب دیتے ہیں۔ کہ ایام نحسات سے مراد ہیں مٹی اور گرد والے دن۔

انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان اس زمانے میں کسی ایک شخص کا نہیں تمام متکلمین کا عام جواب تھا۔ قوم عاد کی تاریخ اور انداز عذاب سے اس جواب کی تائید ہوتی ہے۔

قوم عاد کی سرزمین یکسر ریگستانی تھی۔

واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ بالاحقاف۔ (الاحقاف)

اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی۔ (ترجمہ از فتح الحمید)

اس احقاف کی تفصیل میں علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ارض القرآن میں لکھا ہے۔ "اور ملکوں میں پانی کا دریا ہوتا ہے۔ جس میں کبھی کبھی طوفان آتا ہے۔ عرب اور افریقہ میں ریگستان کا دریا ہے احقاف ایک عظیم ریگستان ہے۔ جو سینکڑوں میل تک وسیع ہے۔ اور اب اس کو الربع الخالی کہتے ہیں۔ اس میں جب تیز ہوا چلتی ہے۔ تو زندگی دشوار ہو جاتی ہے۔ ریگ کے پہاڑ کے پہاڑ ہوا میں اڑتے ہوتے ہیں۔ اور جہاں وہ بیٹھتے ہیں اسکو دبا کر ختم کر دیتے ہیں۔ قافلہ کا قافلہ گاؤں کا گاؤں اس کے نیچے دب کر موت سے پہلے مدفون ہو جاتا ہے۔ پھر اتفاق سے جب وہاں سے ریگ ہٹتی ہے۔ تو ہڈیوں کا قلعہ نظر آتا ہے۔"

ریگستانی علاقوں میں تند ہواؤں کا موسم معلوم ہوتا ہے۔ اس موسم میں دن غبار آلود ہوتے ہیں۔ اور راتیں تاریک۔ سب لوگ اپنے کاروبار موقوف کر کے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ابر رحمت کا انتظار کرتے ہیں۔ تاکہ بارش کے قطرے گرد و غبار بٹھا دیں۔ اور زندگی پھر سے آسان ہو جائے۔ غالباً ایسے ہی موسم میں انہیں عذاب الٰہی سے ڈرا دیا گیا تھا۔ اس لئے جب دن غبار آلود ہوئے۔ تو انہوں نے اسے "نحس مستمر" یعنی حسب معمول غبار آلود دن سمجھ کر کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور جب دور سے بادل اٹھتے نظر آئے۔ تو بجائے ہراساں ہونے کے وہ خوش ہوئے۔

فلما رأوہ عارضاً مستقبل اودیتھم قال ھذا عارض ممطرنا۔ بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیہ عذاب الیم (الاحقاف)

اور جب (انہوں نے) اس عذاب کو دیکھا۔ کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف آرہا ہے۔ تو کہا یہ تو بادل

ہے۔ جو ہم پر برس کر رہے گا۔ (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے
یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے۔ (ترجمہ از فتح الحمید)

متکلمین کی یہ توجیہ صورت حال پر ایسی منطبق ہوتی ہے۔ کہ جی چاہتا ہے۔ اسی کو ترجیح دی جائے۔ اسی سلسلہ میں صرف ایک حدیث اور غور طلب ہے۔ اور پھر بات ختم ہو جاتی ہے۔ صحیحین میں حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے:

لاعدوی ولا طیرۃ وانما الشوم فی	نہ چھوت چھات صحیح ہے۔ نہ بد فالی۔
ثلاثۃ المرأۃ والفرس والدار	البتہ مصیبت تین چیزوں میں ہے عورت میں۔ گھوڑے میں اور گھر میں۔

میں نے "شوم" کا ترجمہ مصیبت کیا۔ اکثر محدثین کا یہی خیال ہے۔ کہ یہاں "شوم" سے مراد "بد اثری" نہیں مصیبت ہے۔ یہی چیزیں اپنے ساتھ انسان کے لئے ہزاروں ذمہ داریاں اور ہزاروں تکلیفیں لاتی ہیں۔ مگر حدیث کے یہ الفاظ تمام روایتوں میں یکساں نہیں ہیں۔ خود ابن عمرؓ سے امام مسلمؒ نے یہ حدیث بطرق مختلفہ یوں بیان کی ہے۔

ان یک من الشوم فی شیئ ففی الفرس والمرأۃ والدار۔	اگر کسی چیز میں "شوم" ہے تو پھر گھوڑے عورت اور گھر میں ہونا چاہئے۔

یہی الفاظ امام مسلمؒ نے سہل بن سعدؓ اور جابرؓ سے روایت کئے ہیں۔ اس طرح "انما الشوم" کے راوی تنہا رہ جاتے ہیں۔ چونکہ روایت بالمعنی عام تھی۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کسی راوی نے حرف شرط کو ضروری نہ سمجھ کر حذف کیا ہو۔

جو الفاظ طرق مختلفہ سے متفق علیہا مروی ہیں۔ ان سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ کہ ان تین چیزوں میں شوم ہے۔ ملا علی قاریؒ نے المرقات میں اسی حدیث کے ضمن میں لکھا ہے:

والشرط للمبالغۃ کقولہ علیہ السلام	اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی
لوکان شیئ سابق القدر لسبقتہ العین	تو وہ "نظر بد" ہوتی۔

پھر شوم کے معنی نحوست کے بھی تو نہیں ہیں۔ نحوست و بد فالی لازم و ملزوم ہیں۔ منحوس چیز سے طبعاً کراہت ہوتی ہے۔ اسے اپنانے کو جی نہیں چاہتا۔ اور بد قسمتی سے پالا پڑ جائے تو ہزاروں مصیبتوں کا پیش خیمہ سمجھی جاتی ہے۔ اسی کو تطیر کہتے ہیں۔ اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

عن معاویۃ بن الحکم السلمی قال کنا ناتی الکھان قال فلا تاتوا الکھان قال کنا نتطیر قال ذالک شیئ یجدہ احدکم فی نفسہ فلا یصدنکم (صحیح مسلم)

معاویہ بن حکم السلمیؓ سے روایت ہے کہ میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا۔ ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ فرمایا اب نہ جایا کریں۔ میں نے کہا ہم بدفالی کیا کرتے تھے۔ فرمایا اس چیز کو کوئی اپنے دل میں کھٹکتا ہوا پائے گا۔ تو وہ تم کو کسی کام سے روک نہ سکے۔

لاعدوی ولاطیرۃ کو پیش نظر رکھیں۔ تو شوم سے وہی معنی مراد لینے پڑیں گے جس میں بدفالی کا شائبہ نہ ہو۔ اور اس صورت میں شوم مصیبت کے معنی میں تو ہو سکتا ہے۔ نحوست کے متداول معنی میں نہیں ——

اما النحوسۃ التی عند اھل الجاھلیۃ فقد وضعھا الاسلام تحت قدمہ۔ (فیض الباری)

اور جو زمانہ جاہلیت والوں کی نحوست تھی تو اسکو اسلام نے پاؤں تلے روند دیا ہے۔

احوال وکوائف دارالعلوم حقانیہ

مولانا بدرعالم مرحوم کی تعزیت

دارالعلوم حقانیہ میں محدث جلیل مولانا بدرعالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کے خبر وصال بڑے رنج وغم سے سنی گئی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مولانا مرحوم کے متوسلین اعزہ واقارب سے اظہار تعزیت کیا اور درس حدیث کے بعد طلبہ سے دعائے مغفرت وایصال ثواب کرایا گیا۔

علمی عطیہ

پار ہوتی مردان کے ایک علمی خاندان کے جناب حافظ رشید احمد صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کو وہاں کے مدرسہ عربیہ کی رسم دستار بندی کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ کیلئے اپنا گرانقدر علمی کتب خانہ پیش کیا جو چھوٹے بڑے ۸۰ قیمتی کتب ورسائل پر مشتمل ہے۔ اسی طرح الحاج عطا محمد خان صاحب (شیدو) رکن دارالعلوم نے دینی رسائل وجرائد کا ایک بڑا ذخیرہ دارالعلوم کو ارسال فرمایا۔ دارالعلوم ہر دو حضرات کا ممنون ہے۔

حضرت مہتمم صاحب کے تبلیغی مشاغل

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے حسب معمول دارالعلوم کے علمی، انتظامی اور تدریسی مشاغل کے باوجود حسب ذیل مقامات کے دینی اجتماعات اور مدارس عربیہ کے سالانہ جلسوں میں شمولیت کی۔ مدرسہ عربیہ ملیۃ مرزا ڈھیر۔ مدرسہ عربیہ پار ہوتی مردان۔ مدرسہ تعلیم القرآن مانیری پایاں صوابی۔ دینی اجتماع مقام انبار (صوابی) جہانگیرہ وغیرہ۔

(مولانا سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام)